sabaqeurdu.com
ISSN-2321-1601
UGC CARE LISTED MONTHLY JOURNAL

سبق اردو

76

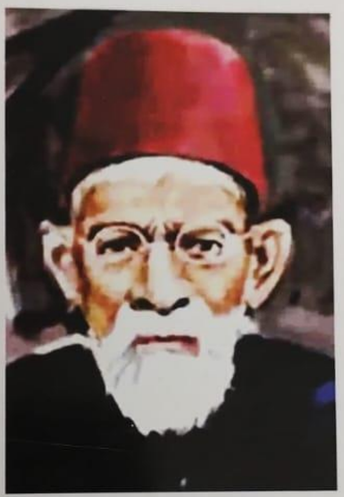

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا (اکبر)

JULY 2022 جولائی ۲۰۲۲

سبق اردو

جولائی ۲۰۲۲

جلد : ۷ شمارہ : ۷

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر : ڈاکٹر محمد سلیم
موبائل:9696486386
واٹس ایپ:9919142411
sabaqeurdu@gmail.com

سرنامہ : عادل منصوری
سرورق : دانش الہ آبادی
کمپوزنگ : دانش الہ آبادی، اہل قلم
مطبع: عظیم انڈیا پریس، گوپی گنج، بھدوہی

Net Banking:SABAQ -E-URDU(MONTHLY)
IFSC BARB 0 GOPI BS A/C28240200000214
Bank of Baroda, Branch: Gopiganj
Gopiganj-221303,Dist.Bhadohi,UP,INDIA

فی شمارہ: -/200، زرسالانہ:-/2000 زرسالانہ خاص:-/3000، اعزازی تعاون:-/5000

کسی بھی تحریر سے ادارہ کا متفق ہونا لازمی نہیں ہے۔ کسی بھی معاملے کی سنوائی صرف ضلع بھدوہی ہی کی عدالت میں ہوگی۔ادارہ

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر دانش الہٰ آبادی

ڈاکٹر زیب النساء سعید	اسرار الحق مجازؔ : نیا زاویہء نظر	۵
ڈاکٹر عرشیہ جبیں	میں حیدرآبادی خواتین کا حصہ	۸
ڈاکٹر جہانگیر احمد خاں	غزل کی عظمت و آبرو کا اہم ستون جوش ملیح آبادی	۱۲
ڈاکٹر ناصرہ سلطانہ	افسانوی ادب کے منفرد نقاد پروفیسر اسلم آزاد	۱۳
ڈاکٹر راحیلہ پروین	اتر پردیش کی چند اہم خواتین افسانہ نگار	۱۵
عبد الرب	اترا کھنڈ میں اردو احوال و آثار	۱۸
محمد عتیق احمد	یعقوب یاور کے ناولوں کا اسلوبیاتی جائزہ	۲۱
ڈاکٹر آفاق انجم شیخ	اُردو زبان میں روزگار کے مسائل اور حل	۲۳
ڈاکٹر سید حسین زیدی	اردو کے چند اہم غیر مسلم خود نوشت نگار	۲۵
عبد الرزاق	راحت اندوری کی شاعری میں حب الوطنی کے عناصر	۲۹
فیاض احمد	ہندوستان میں صوفی تحریک کا آغاز اور صوفیاء کرام کے کارنامے	۳۱
روحینہ	ملخص شاہجہان نامہ محمد طاہر آشنا معروف بہ عنایت خان	۳۳
محمد رضا اظہری	میر کی نفسیات ان کے اشعار کے موضوعات کے آئینہ میں	۳۶
مبین زہرا	امیر خسرو کی شاعری کی چند خصوصیات	۴۰
محمد سعود عالم	پیغام آفاقی بحیثیت افسانہ نگار	۴۲
جاوید علی	" شام کی منڈیر سے " ایک اہم خود نوشت	۴۵
ناہیدہ شفیع	اردو افسانوں کا موضوعاتی مطالعہ: ایک مختصر جائزہ	۴۸
کفیل احمد	دیباچوں میں سانس لیتا یوسفی	۵۱
تنویر احمد میر	راجندر سنگھ بیدی اور افسانہ " غلامی " کا نفسیاتی جائزہ	۵۳

اُردو زبان میں روزگار کے مسائل اور حل

ڈاکٹر آفاق انجم شیخ

کسی قوم کی بقا اور عظمت اس کی تہذیب وثقافت کی بقا سے وابستہ ہوتی ہے۔ دنیا کی زندہ اور غیرت مند قومیں اپنے تہذیبی ورثے سے محبت کرتی ہیں اور اس کے تحفظ کے لیے ہمہ وقت تیار رہتی ہیں ہر قوم کی ایک مستقل شناخت ہوتی ہے، جو اسے دوسری اقوام سے ممتاز کرتی ہے، جیسے زبان۔ زبان کسی بھی تہذیب کا بیش قیمت سرمایہ ہوتی ہے۔ زبان کے بغیر کسی تہذیب کی بقا کا تصور ممکن نہیں۔ زبان کی اہمیت وافادیت کے تعلق سے مرزا خلیل احمد بیگ یوں تحریر کرتے ہیں۔۔۔۔۔

"اردو ہماری تہذیب کا جزوِ لاینفک ہے، ہماری تہذیب اور ہماری زبان دونوں ہی لازم وملزوم چیزیں ہیں۔ زبان سے بے بہرہ ہو کر ہم اپنی تہذیب سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ یہی نہیں بلکہ زبان کو کھو کر ہم اپنے عقائد کو بھی کھو سکتے ہیں۔ اسی لیے زبان کی موت ایک گروہ کی تہذیبی موت سے عبارت ہے۔ ہماری آئندہ نسلیں اگر سیاسی انقلاب کے تحت اپنی زبان کے ترک پر مجبور ہوگئیں تو ان کی ذہنی موت کا آغاز ہو جائے گا اور ان کی تہذیبی انفرادیت ختم ہونے لگے گی اور تخلیقی اعتبار سے وہ مفلوج ہو کر رہ جائے گی۔ اردو ہمارے لیے نہ صرف ایک تہذیبی قدر ہے بلکہ ایک ضرورت بھی ہے۔ اس کے بغیر ایک طرف تو ہم گونگے توتلے اور ہکلے ہو جائیں گے اور دوسری طرف اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں سے عاری۔" [1]

اردو محض ایک زبان نہیں ہے بلکہ ملک کی گنگا جمنی تہذیب کی علامت ہے۔ اردو کی لطافت اور مٹھاس کا ہر خاص و عام قائل ہے۔ اس کی شیرینی سامع کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ ادبی گفتگو ہو، تعلیمی مباحثہ ہو یا سیاسی تقریر یا پھر وزراء کو ایوانوں میں اپنی بات منوانی ہو یا مقابل کو متاثر کرنا ہو تو اسی شیریں زبان کے اشعار کا سہارا لیا جاتا ہے۔ وہ بات جسے کہنے کے لئے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے، چند ہی ساعتوں میں انتہائی پرتاثر انداز میں اور بڑے سلیقے سے محض دو مصرعوں میں بیان ہو جاتی ہے اور دادِ تحسین بھی حاصل کر لیتی ہے۔ بقول شاعر۔۔۔۔۔

بات کرنے کا حسیں طور طریقہ سیکھا
ہم نے اردو کے بہانے سے سلیقہ سیکھا

یہ ایک المیہ ہے کہ اردو کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے پورے ہندوستان میں استعمال تو کیا جا رہا ہے مگر جب اردو کے ساتھ انصاف کا معاملہ آتا ہے تو محض وعدوں کے سبز باغ دکھائے جاتے ہیں یا جھوٹی تسلیاں دے کر ان کا استحصال کیا جاتا ہے۔ جب بھی اردو کا ذکر ہوتا ہے تو کچھ دل خوش کن باتیں ہوتی ہیں، کچھ قراردادیں منظور ہوتی ہیں اور کچھ وعدے کیے جاتے ہیں، لیکن عملی اقدام کچھ نہیں ہوتے۔ قول وفعل کے اس تضاد پر آل احمد سرور نے کچھ اس طرح ضربِ کاری کی ہے۔۔۔۔۔

"اردو کے سلسلے میں آزادی کے بعد سے تقسیم کے پیدا کردہ مسائل کی وجہ سے انصاف نہیں ہوا ہے، یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے اور کسی قسم کی لیپ پوت سے اس حقیقت کو کوئی رنگ نہیں دیا جا سکتا۔ ایک دوسری حقیقت یہ بھی ہے کہ جیسے جیسے وقت گذرتا ہے اردو کی قومی حیثیت کا اعتراف بڑھتا گیا ہے اور اس کے ساتھ انصاف کا جذبہ بھی ابھر رہا ہے اور انصاف کی کوشش بھی ہے گو کہ عمل کے معاملے میں ابھی بہت کم تبدیلی ہوئی ہے۔" [2]

اردو عالمی سطح پر ایک مقبول زبان ہے اور برصغیر کے کروڑوں لوگوں کی مادری زبان بھی ہے۔ چونکہ اردو بولنے والوں کی ایک بڑی تعداد مسلمانوں کی ہے اس لیے کچھ متعصبانہ ذہنیت رکھنے والے فرقہ پرستوں نے اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دے دیا اور اسی مریضانہ ذہنیت پر عمل کرتے ہوئے اربابِ اقتدار نے اردو کے ساتھ ناانصافی برتی۔ بقول شاعر۔۔۔۔۔

اپنی اردو تو محبت کی زباں تھی پیارے
اب سیاست نے اسے جوڑ دیا مذہب سے

اردو ہندوستان کی ایک اہم اور وقیع زبان ہے۔ اس کے ادباء شعراء اور صحافیوں نے ملک کی آزادی میں اہم رول ادا کیا ہے۔ 'انقلاب زندہ باد' کا پُر جوش اور انقلاب آفریں نعرہ ہو یا 'سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا' جیسا حبُ الوطنی کے جذبے سے سرشار قومی گیت، یہ سب اردو زبان کی دین ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ملک کو آزادی دلانے کے لیے جس صحافی نے سب سے پہلے جامِ شہادت نوش کیا وہ اردو اخبار کے مدیر مولوی محمد باقر تھے۔ اس کے باوجود اردو کے ساتھ اس طرح کی ناانصافی چہ معنی دارد!

جہاں تک اردو زبان میں روزگار کے مسائل کا تعلق ہے، اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اردو زبان کے ساتھ سب سے بڑی سیاست یہ کھیلی گئی کہ تقسیمِ ہند کے بعد جب پڑوسی ملک نے اردو کو اپنے ملک کی سرکاری زبان قرار دیا تو ہندوستان میں اردو زبان کو سرکاری سرپرستی سے اس طرح محروم کر دیا گیا گویا یہ کوئی پرائی زبان ہو۔ ابتدائی وثانوی تعلیم سے اردو زبان کی جڑیں اس طرح کاٹ دی گئیں کہ اعلیٰ تعلیم کا کوئی ادارہ آج اس موقف میں نہیں کہ اردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنا سکے۔ اردو زبان میں تعلیم کے معقول ذرائع میسر نہ ہونے یا محدود ہونے کی وجہ سے تشویش ناک صورتحال پیدا ہوئی ہے۔ شمالی ہند کے نظامِ تعلیم میں اردو کا وجود عملاً معدوم ہو چکا ہے۔ اردو تعلیم کا بندوبست بتدریج انتشار کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ اردو سے اربابِ اقتدار کی عدم

توجہی، معیاری درسی اور امدادی کتب کی فراہمی سے بے اعتنائی اور ناقص نظام تعلیم کے نتیجہ میں عوام الناس کا رجحان انگریزی ذریعہ تعلیم کی طرف بڑھنے لگا ہے انگریزی تعلیم کے اعلیٰ و ارفع ہونے کے عوامی تصور کو اس امر سے بھی تقویت ملی ہے کہ انگریزی کے ذریعے حاصل کی جانے والی تعلیم نہ صرف اپنے ملک میں روزگار کے حصول کے بہتر مواقع فراہم ہونے کی ضمانت ہے بلکہ اس سے بیرون ملک میں بھی روزگار کے حصول کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔ اردو کے ساتھ غیر منصفانہ رویے کی یہ افسوسناک صورتِ حال شعبہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر شعبہ جات میں بھی کم و بیش ایک جیسی ہے۔ ملک کی وزارت اطلاعات و نشریات ایک عرصے سے اردو زبان میں کہانی، مکالمے اور گیتوں سے مزین فلموں کو اردو کے بجائے ہندی کا سرٹیفکیٹ دیتی آئی ہے۔ اب جب کہ بولتی فلموں کو تقریباً ایک صدی کا عرصہ بیت چکا ہے اور جس طرح سینسر بورڈ فلموں میں زبان و بیان، مکالموں کی ادائیگی، گیتوں کے بول وغیرہ پر نظر رکھتا ہے اسی طرح سینسر بورڈ کے ذمہ داران کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ فلموں کو زبانوں کے اعتبار سے جو سرٹیفکیٹ دیے جاتے ہیں وہ فلم کی زبان سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہوں۔ فلم سینسر بورڈ سے یوں تو کئی فاش غلطیاں سرزد ہوئی ہیں لیکن سینسر بورڈ کی زیادتی کی ایک بڑی مضحکہ خیز مثال فلم 'امراؤ جان' کی ہے، جو کہ مرزا ہادی رسوا کے شاہکار اردو ناول کی کہانی پر مبنی ایک لازوال فلم ہے، جس میں پیش کی گئی تہذیب، مکالمے، گیت وغیرہ تقریباً سب ہی اردو میں تھے لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ اس فلم کو سرٹیفکیٹ ہندی کا ملا۔ فلموں میں اُردو کی حالتِ زار پر تبصرہ کرتے ہوئے شمس جلیلی لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

"ساحر نے تو خیر مین ٹائٹل کی بات کہی تھی، لیکن ۹۷ فیصد فلمیں جو اُردو میں تیار ہوتی ہیں اُن کو ہندی فیچر فلم کی سرٹیفکٹ دی جاتی ہے۔ کیا اس سے بھی زیادہ کوئی ہٹ دھرمی ہو سکتی ہے۔ ہندی فیچر فلم کی سرٹیفکٹ مغلِ اعظم جیسی فلم کو بھی شاید یہ سمجھانے کے لیے دی گئی ہے کہ ساری اِسکرپٹ، ساری کہانی، مکالمے اور نغمے اُردو رسم الخط میں کیوں نہ لکھے ہوں لیکن کم سے کم شمالی ہندوستان میں ہندی کے سوا کوئی دوسری زبان ہی نہیں جس کے لیے سرٹیفکٹ دی جائے۔" ۳

مذکورہ بالا دونوں شعبہ جات کا سرسری جائزہ لینے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اردو زبان میں روزگار کے مسائل ملک میں تشویشناک صورتِ حال اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ بلاشبہ اردو زبان میں روزگار کا مسئلہ دورِ حاضر کا ایک سلگتا ہوا سوال ہے، جس نے اردو تعلیم کے سلسلے میں کئی اہم سوالات پیدا کر دیے ہیں۔ لیکن ان تمام نامساعد حالات اور معاندانہ رویّوں کے باوجود اردو سے محبت کرنے والوں کی تعداد اس ملک میں کم نہیں ہوئی ہے، بلکہ گزشتہ دہائیوں کے مقابلے میں یہ گراف اور بڑھا ہے اور یہ ایک خوش آئند بات ہے۔ اس لیے اردو لکھنے پڑھنے والوں کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں تک رزق کا معاملہ ہے تو ہمارا ایمان و ایقان ہے کہ جب، جتنا اور جہاں سے ملنا ہے انسان کو مل کر رہے گا، اس کے لیے یقیناً کوشش پیہم اور محنت شرط ہے۔ اردو زبان کے تعلق سے یہ خیال کرنا کہ اردو سے تعلیم حاصل کرنے والا بے کار و بے روزگار رہتا ہے، اردو لکھنے پڑھنے سے نوکری نہیں ملتی، تو اس طرح کی افسردہ کسی عذرِ لنگ سے کم نہیں۔ روزگار کا ایک اصول ہے کہ 'مانگ پیدا کیجیے روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے!' اور اردو کی مانگ تو اردو بولنے والے ہی پیدا کر سکتے ہیں۔ اردو کے مسائل پر تبصرہ کرتے ہوئے سابق وزیرِ اعظم اندر کمار گجرال نے کہا تھا۔۔۔۔۔

"اگر کسی زبان کو سرکاری درجہ مل بھی جائے اور دفتری نوکریاں بھی ملنے لگیں تو روزگار کا مسئلہ تو کسی حد تک اور صرف کسی حد تک حل ہو جائے گا لیکن کوئی قوم اور کوئی زبان بولنے والے جب تک اس لکشمن ریکھا کو پار نہیں کر پائیں گے جس کے اُس پار ٹیکنالوجی کی دنیا بستی ہے تو اُن کی دنیا اور نظریہ محدود ہی رہیں گے۔" ۴

فی زمانہ اردو زبان کو جو چیلنج درپیش ہے وہ برقی ذرائع ابلاغ ہیں۔ الیکٹرونک میڈیا کی ایجاد نے پوری دنیا کو سمیٹ کر ایک گلوبل ولیج میں تبدیل کر دیا ہے۔ عوامی ذرائع ترسیل بالخصوص انفارمیشن ٹیکنالوجی کی حیرت انگیز ترقی کو دیکھ کر پورا عالم انگشت بدنداں ہے۔ آج ریڈیو، ٹی وی، سینما، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، سیٹلائٹ چینلز، ویب سائٹس وغیرہ کا دور دورہ ہے۔ الیکٹرانک وسائل سے جہاں اکیسویں صدی کے اس پڑاؤ میں اگر ہم اردو کے استعمال اور روزگار کے مواقع پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو معاملہ بڑی حد تک اُمید افزا نظر آتا ہے۔

دورِ جدید میں ٹیلی ویژن نے تکنیکی اعتبار سے کافی ترقی کی ہے۔ گزشتہ تین دہائیوں میں ٹیلی ویژن نیٹ ورک بڑی تیزی سے وسعت پذیر ہوا ہے۔ دُوردرشن سے شروع ہوئے اس ٹیلی وژن کے سینکڑوں سرکاری اور نجی چینلز کا ایک لامتناہی جال ملک و بیرون ملک کے شہر شہر اور قصبے قصبے میں پھیل چکا ہے۔ ٹی وی چینلوں کے ذریعے اردو خبریں، ادبی و تعلیمی مذاکرے، مشاعرے، ڈرامے، مباحثے اور تفریحی سیریلس بڑے پیمانے پر نشر ہو رہے ہیں۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان چینلوں میں کئی چینلز جیسے ڈی ڈی اردو، نیوز 18، ای ٹی وی اردو، زی سلام وغیرہ ہیں جو صرف اردو زبان میں ہی اپنے تمام پروگرام نشر کرتے ہیں۔ ظاہر ہے ٹیلی ویژن انڈسٹری میں پروڈکشن، پروگرامنگ، اِسٹوری رائٹنگ، ڈائیلاگ رائٹنگ، ایکٹنگ اور نیوز ریڈنگ جیسے شعبہ جات میں اردو والوں کے لیے روزگار کے امکانات روشن ہوئے ہیں۔ اگر سینما کی بات کی جائے تو فی زمانہ ہندوستان میں مختلف زبانوں میں بننے والی فلموں کی تعداد دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ ہر چند کہ یہ فلمیں ہندی کے نام پر پردہ سیمیں کی زینت بن رہی ہیں، لیکن در حقیقت ان فلموں کے گیت، مکالمے، ٹائٹل وغیرہ تقریباً ۹۰ فیصد اردو زبان ہی میں ہوتے ہیں۔ ان کے لکھنے والوں میں اکثریت اردو کے شعراء اور ادباء کی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ فلم انڈسٹری میں نغمہ نگاری، مکالمہ نگاری، کہانی نویسی، ہدایتکاری نیز اداکاری جیسے مختلف شعبوں میں اردو والوں کے لیے روزگار کے مواقع موجود ہیں۔ علاوہ ازیں انٹرنیٹ، ویب سائٹ اور آن لائن میڈیا جیسے شعبوں میں بھی اردو والوں کے لئے روزگار کے امکانات کافی روشن ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر خواجہ اکرام الدین کا یہ بیان محبانِ اردو کے لیے بڑا امید افزا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

"یہ خوشی کی بات ہے کہ ہماری اردو زبان بھی اس لائق ہو چکی ہے کہ وہ جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ ہو سکے۔اس نے خود کو بھی کمپیوٹر کی زبان بنا لیا ہے۔اب آپ کو انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے استعمال کے لیے کسی اور زبان کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔آپ اپنے پورے کمپیوٹر کو اردو میں منتقل کر سکتے ہیں۔ای میل،چیٹنگ، براؤزنگ سب اردو زبان میں کر سکتے ہیں اور یونی کوڈ کی ایجاد نے یہ ممکن کر دکھایا ہے۔اب آپ گوگل یا کسی بھی سرچ انجن میں جا کر اردو میں ٹائپ کریں اور اردو میں جوابات حاصل کریں۔" ۵

برصغیر کے مختلف علاقوں سے شائع ہونے والے اخبارات کی باقاعدہ ویب سائٹس ہیں،جن پر ای نیوز پیپرس اور ویب ایڈیشنز نکل رہے ہیں۔اگر ان کی تعداد ایک ہزار سے تجاوز کر جاتی ہے تو گوگل کے ذریعے اس پر اشتہارات بھی مل جاتے ہیں، جو کمائی کا ایک بہتر ذریعہ ہے۔اسی طرح اردو بلاگز بنا کر بھی کمائی کی جا سکتی ہے۔یوٹیوب پر ویڈیوز اپ لوڈ کئے جا سکتے ہیں،ان ویڈیوز کو دیکھنے، لائیک اور سبسکرائب کرنے والوں کی تعداد اگر متعینہ تعداد سے بڑھ جاتی ہے تو گوگل مذکورہ یوٹیوب چینل پر اشتہارات پوسٹ کرتا ہے اور یوٹیوبر کو اپنے منافع میں شراکت دار بناتا ہے۔یوٹیوب کی طرح اردو والے سوشل میڈیا، واٹس ایپ اور فیس بک کا استعمال بطورِ روزگار کر سکتے ہیں۔علاوہ ازیں ترجمہ نگاری، نظامت اور صحافت جیسے کئی شعبہ جات ہیں جہاں اردو والوں کے لیے ملازمت کی راہیں ہموار ہوئیں ہیں۔

غرض یہ کہ اردو بولنے، لکھنے اور پڑھنے والوں میں اگر اردو زبان کی اہلیت و قابلیت ہے اور اگر وہ جدید ٹیکنالوجی سے لیس ہو کر موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، تو ان کے لیے اردو زبان میں روزگار کے بہترین مواقع دستیاب ہیں۔

حواشی:

۱۔ اُردو کا المیہ ۔ مرزا خلیل احمد بیگ ۔ شعبۂ لسانیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ ۔ ۱۹۷۳ء ۔ (ص ۱۱)

۲۔ اُردو تحریک ۔ آل احمد سرور ۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس،علی گڑھ ۔ ۱۹۹۹ء ۔ (ص ۹)

۳۔ ہندوستانی فلمیں اور اُردو (مرتب۔ڈاکٹر اِمام اعظم) ۔شمس جلیلی ۔ نیو پرنٹ سینٹر،نئی دہلی ۔ ۲۰۱۲ء ۔ (ص ۸۲)

۴۔ اُردو اور اس کے مسائل ۔اندر کمار گجرال ۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی ۔ ۱۹۹۷ء ۔(ص ۱۴)

۵۔ اُردو زبان کے نئے تکنیکی وسائل اور امکانات ۔ڈاکٹر خواجہ اکرام الدین ۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،نئی دہلی ۔ ۲۰۱۲ء ۔ (ص ۲۲۔۲۳)

ڈاکٹر آفاق انجم شیخ

صدر شعبہ اردو، آرٹس، کامرس اینڈ سائنس کالج جلگاؤں

اردو کے چنداھم غیر مسلم خود نوشت نگار

ڈاکٹر سید حسین زیدی

ادب میں شاعر، ادیب یا کسی فنکار کو مذہب کی عینک لگا کر دیکھنے کا رویہ نہ صرف معیوب اور نا قابلِ قبول ہے بلکہ آدابِ ادب و فن کے خلاف بھی ہے لیکن تحقیقی و تنقیدی نقطہ ءنظر سے کسی مخصوص علاقے، جماعت یا گروہ کی ادبی وشعری خدمات و اکتسابات کے تجزیہ وتعینِ قدر کے عمل میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔یہی نقطہ ءنظر میری اس تحریر کا جواز ہے۔

اردو زبان کے آغاز اس کے رواج وفروغ میں غیر مسلموں کی خدمات جگ ظاہر ہیں۔اس کے لیے حوالے اور ثبوت پیش کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔دیگر اصنافِ شعر وادب کی طرح خود نوشت نگاری میں بھی غیر مسلم ادیبوں کی وقیع خدمات ہیں۔

اظہار ذات کی خواہش ہر ذی حیات میں ہوتی ہے۔ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کے ہم جنس اس کے خیالات وحالات سے واقف ہوں۔

جب کوئی شخص اپنی زندگی کی باتیں دوسروں سے بیان کرتا ہے تو اسے آپ بیتی کہتے ہیں اور جب یہ حالات تحریری شکل میں پیش کیے جاتے ہیں تو اسے خودنوشت سوانح عمری AutoBio-graphy کہا جاتا ہے۔

آپ بیتی نگاری یا خودنوشت ادب کی ایک صنف ہے۔خود نوشت سوانح حیات ایک طرح سے نجی تحریر ہوتی ہے۔اس میں مصنف کی شخصیت ،کردار، نفسیات، افکار ونظریات کے پہلو بہ پہلو سماج اور عہد و ماحول بھی جلوہ گر رہتا ہے اسی لیے اس کی انفرادی وادبی اہمیت کے ساتھ ساتھ سماجی ،تاریخی و معاشرتی اہمیت وافادیت بھی ہوتی ہے۔

آپ بیتی نگاری ایک قدیم روایت ہے۔دنیا میں مختلف مقامات پر مختلف زبانوں کی ایسی تحریریں ملتی ہیں جس میں لکھنے والے نے اپنے حالات، کوائف وکارنامے بیان کیے ہیں ۔دنیا کی تمام زبانوں میں یہ صنف ملتی ہے۔اردو کا دامن بھی اس صنف سے خالی نہیں۔اردو میں خودنوشت سوانح عمری کے ابتدائی نقوش دکن میں ملتے ہیں۔جیسے نصرتی کی مثنوی گلشن عشق کے ابتدائی اشعار ۔شمالی ہند میں اس کے ابتدائی نمونے فورٹ ولیم کالج کے مصنفین کی وہ تحریریں ہیں جو انھوں نے اپنی کتابوں کے آغاز میں لکھی ہیں۔ان میں میر امن، شیر علی افسوس، حیدر بخش حیدری، مظہر علی ولا اور مرزا علی لطف وغیرہ قابل ذکر ہیں۔اردو کی پہلی باقاعدہ آپ بیتی مرزا محمد جعفر تھانیسری کی 'تواریخ عجب' یا 'کالا پانی' ہے۔جس میں جزائر انڈمان نکوبار کی قید کی زندگی کے حالات بیان ہوئے

Regd. with the RNI No.:
UPURD/2016/67444

Urdu Monthly

SABAQEURDU

Postal Regd.NO. : Vsi(W)- 44/
2019-2021

VOLUME: 7, ISSUE: 7
July 2022

Infront of Police Chowki
Gopiganj-221303,Bhadohi
sabaqeurdu@gmail.com

M.:9919142411,9696486386
Whatsapp: 9919142411

Price per copy: 200/-